خان قلات میر احمد یار خان کے اصلاحی کارنامے

ڈاکٹر سید حیدر شاہ

Abstract:

The Khantes of Kalat had been a key role for the sake of Kalat state before the occupation of the British Imperialists. This paper covers the political and administrative reform of Khanates of Kalat state before the period of the last Kahan Mir Ahmad Yar Kahan. The So-called British administrative and political system against the Khanates of Kalat especially the arrest and imprisonment of Kahan Khudai Daad Kahan Grandfather of Mir Ahmad Yar khan . Destabilization of the rulers of Kalat State and severe atrocities of the British imperialists against the tribal chiefs and Khans who were under administration of Kalat state. The reforms of the last Kahn of Kalat Mir Ahmad yar Khan his imposition of Islamic Laws. Shariah of the Holy Prophet, and prohibition of the" Walwar" system and other non- Islamic innovation in the era of Mir Ahmad yar Khan will be discussed in detail.

میر احمد خان بلوچ ریاست قلات کے آخری حکمران تھے۔ ریاست قلات رقبہ کے لحاظ سے ہندوستا کی تمام ریاستوں میں تیسری بڑی ریاست تھی۔ ا۔ جو بلوچستان کے اہم ترین علاقوں ساروان، جھالاوان، کچھی، مکران، نیز لسبیلہ اور خاران کی باجگزار ریاستوں پر مشتمل تھی۔ ۲ جس کی آبادی ۱۸۵۸ میں آٹھ لاکھ افرد پر مشتمل تھی۔ جنوب ایشیا پر انگریزی استعمار کے مضر اثرات سے ریاست قلات بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے فلسفہ کے تحت انگریز حکومت نے یہاں کے قبائلی سرداروں کی اپنا ہمنوا بنا کر والی ریاست کے اقتدار کو بے اثر کر دیا تھا۔ نیز مختلف حیلے بہانوں سے ریاست کے نظام میں مداخلت کر کرے آخر سے بے دست وپا کر دیا تھا۔ اب خان کی حکومت نیابت قلات تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اور اس کا اختیار بھی برائے نام رہ گیا تھا۔ خان کو شہر سے باہر اپنی ریاست کی حدود میں کہیں جانے کے لئے بھی انگریز حکومت سے اجازت لینا پڑتی تھی۔ ۳

حتیٰ کہ یہ حکومت خان کو قید و بند کی سزا بھی دے سکتی تھی۔ میر ااحمد یار خان ۱۹۰۱ میں لورالائی میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے دادا میر خدادا خان کو انگریز حکومت نے قید کر رکھا تھا۔ انہیں اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ۱۹۰۲ میں انہیں لورالائی سے پشین منتقل کر کرے ایک معمولی سے مکان میں نظر بند رکھا گیا۔ اور ڈیڑھ ہزار روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۰۹ میں میر خدادا خان کی وفات کے بعد میر ااحمد یار خان کے والد میر محمد اعظم جان کو حکومت نے کوئٹہ میں رہائش کے اجازت دے دی۔ لہذا وہ اپنے خاندان کے ساتھ کوئٹہ کی نواحی بستی شیخ ماندہ میں اور پھر وہاں سے کوئٹہ شہر سے ملحقہ گاون ہدہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔

میر خدادا د کی معزولی کے بعد ان کے بڑے بیٹے میر محمود خان کو ریاست قلات کی حکومت سونپی گئی۔ جو ۱۹۳۱ تک زندہ رہے۔ اس تمام عرصے میں محمد اعظم جان کو مع اہل و عال جلاوطن رکھا گیا۔ ان حالات میں میر احمد یار خان کی تعلیم و تربیت کا کوئی خاطر خواہ انتظام بھی ناممکن تھا۔ لہذا آپ کی تعلیم صرف حجرہ مسجد تک محدود رہی۔ البتہ آپ اپنے شوق کی بنا پر ایک پرائیویٹ استاد سے انگریزی زبان سیکھتے رہے۔ جس سے آپ کو انگریزی بول چال اور نوشت اخواند میں کافی مہارت حاصل ہو گئی۔

ملازمت:

تقریباً بیس سال کی عمر میں آپ نے بحیثیت پرسنل اسٹنٹ آف ایجنٹ تو گورنر جنرل اپنی عمل زندگی کا آغاز کیا۔ یہ ملازمت آپ کے مزاج کے موافق نہ تھی لہذا آپ کی خواہش پر حکومت نے آپ کو فوجی تربیت کے لئے پنجاب رجمنٹ میں شامل کیا۔ جہاں آپ نے تیرہ ماہ تربیت حاصل کی یہاں سے فراغت پر ژوب ملیشیا میں بطور سیکنڈ لیفٹینٹ آپ کی تعیناتی ہوئی چار سال یہاں پر خدمات انجام دینے کے بعد آپ کی چاغی لیویز فورس میں بطور ایڈ جیونٹ تقرری ہوئی۔ یہاں پر آپ نے چار سال تین ماہ گزارے چاغی میں آپ نے حکومت مخالف باغیوں کی شورش اور لوٹ مار کو ختم کر کرے امن قائم کیا۔ انگریزی کی ملازمت کے دوران آپ کا کردار عمدہ اور بے داغ رہا۔ ۴

ریاست قلات کی حالت:

۱۸۷۴ میں خان قلات کے ساتھ معاہدہ میں شرائط کے تحت حکومت برطانیہ کو (جس کی نمائندگی بلوچستان میں ایجنٹ ٹودی گورنر جنرل کر رہا تھا) خان قلات اور ماتحت سرداروں کے درمیان معاملات میں واحد ثالث کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ جس سے اے جی جی (ایجنٹ ٹودی گورنر جنرل) کو خان کی نسبت زیادہ صاحب اختیار سمجھا جانے لگا تھا۔ یہ اے جی جی (سنڈیمن) خود

لکتھے ہیں "بد قسمتی سے گورنر جنرل کے ایجنٹ کے منصب کو خان کے مقابلے میں زیادہ قابل احراتم ارفع اور فرمانبرداری کا مستحق سمجھ لیا گیا۔۵۔ اس صورت حال سے فائدہ حاصل کر کے خان کے اختیارات محدود کر دئے گئے اور آخر کار میر خداداد خان کو گرفتار کر کے نظر بن کر دیا گیا۔ اور انکے بڑے بیٹے میر محمود خان کو ۱۰ نومبر ۱۷۹۳ کو تخت پر بٹھا کر ریاست کا نظام چلانے کے لئے انگریز حکومت نے اپنا ملازم بطور سیاسی مشیر مقرر کر دیا۔ جس نے بعد میں وزیر اعظم کی حیثت اختیار کر لی۔

میر محمود خان برائے نام قلات کی خان تھے ان کے اثر رسوخ قلات شہر کی نیابت تک محدود تھا۔ وہ خود بھی ریاست کے انتظام میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ ریاست کے اصل حکمران انگریزی تھے۔ جن کا نمائندہ (وزیر اعظم کے نام سے) سیاہ و سفید کا مالک اور ریاست کا مطلق العنان حاکم تھا۔ خصوصا سر شمس شاہ (وزیر اعظم) کے دور میں قبائل کے سرداروں سے لیکر ایک معمولی کسان تک کوئی بھی محفوظ نہ تھا۔ ریاست بھر میں جبری محنت (بیگار) تشد دکیساتھ لی جاتی تھی۔ ملک کی تعلیمی حالت تباہ تھی۔ ملازمتوں میں مقامی لوگوں کو محروم رکھا گیا تھا۔ رشوت ستانی عام تھی۔ ریاست کی فوج جس کی ابتدا امیر نصیر خان دوم نے کی تھی۔ اور میر خداداد خان نے اسے مزید ترقی دی تھی۔ پھر میر محمود خان نے شاہی رالہ کے نام سے ایک اور دستے کا اضافہ کیا۔ مگر انگریز حکومت نے دباوڈال کی میر محمود خان سے سوائے اپنے ذاتی حفاظتی دستے کے باقی فوج کو برخواست کر دیا۔ لہذا اب ریاست سراسر انگریز حکومت کے رحم کرم پر رہ گئی تھی۔

قبائلی سرداروں کو براہ راست اپنی مٹھی میں رکھنے کی خاطر انگریز حکومت نے انہیں اپنے اپنے قبائل پر مکمل اختیارات دے دئے تھے اور ان کے ہر ناجائز تصرف کو قانونی تحفظ فراہم کیا تھا ان سرداروں نے قبائل کو رشوتوں جرمانوں بیگار، مالی بجار اور پرسی وغیرہ کی گوناگوں ناجائزہ وصولیوں سے نڈھال کر دیا تھا۔ انہوں نے قبائل کی مشترکہ زمینوں پر حکومت کے تعاون سے قبضہ شروع کر دیا تھا۔ جہاں کہیں چشمہ ندی یا سیلابی پانی ہوتا سردار س کی ملکیت کے دعویدار بن جاتے۔ قبائل کی مشترکہ آراضی پر سرداروں کا حق ملکیت اس قدر بڑھ گیا تھا کہ زمینداروں کو اپنی زمین کاشت کرنے کی صورت میں بھی سردار کی ملکیت کے نام پر کچھی حصہ دینا پڑتا تھا۔ جو ہر جگہ مختلف ہوتا تھا۔ کہیں چوتاھی کہین چھٹا(ششک) وغیرہ۶

اس پر آشوب دور میر محمود خان کی وفات کے بعد میر محمد اعظم جان تخت نشین ہوئے اور ان کے مختصر دور اقتدار کے بعد میر احمد یار خان کو ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ کو ریاست کی حکومت سونپی گئی تو ان کے ساتھ ہی انڈین سول سروس کے جواں سال انگریزی

افسر ایڈورڈ ویکفیڈ کا وزیر اعظم کے طور پر تقرر ہوا۔ ۷ خان مرحوم کے اپنے الفاظ میں اس وقت بلوچستان کی صورت حال کچھ اس طرح تھی۔

ا۔ قلات بلوچی اور برطانیہ کے درمیان معاہدات عملی نفاذ سے محرام تھے۔ حکومت برطانیہ ڈھنائی کے ساتھ، معاہدات کی خلاف ورزی کرتی تھی۔

۲۔ ریاست کے نظم ونسق کی باگ ڈور انگریز ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل کے ہاتھ میں تھی۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات اے.جی.جی کا نمائندہ اور وزیر اعظم قلات پولیٹیکل ایجنٹ کا نمائندہ تھا۔

۳۔ بلوچوں کے خان کی حیثت برائے نام بلکہ کڑی نگرانی میں ایک نظر بند کی سی تھی۔ ضابطے کا رنگ دینے کے لئے اے.جی.جی کے احکام پر خان کے دستخط کرائے جاتے تھے۔ چونکہ خان کے نام سے حکومتی کاروبار چلتا تھا۔ اس لئے قومی روایات کے احترام کے پیش نظر کسی بلوچ کو حکم عدولی کا یارانہ تھا۔

۴۔ بلوچی ریاست کا طریقہ کار امور مملکت کچھ اس طرح تھا۔

(الف) اے.جی.جی نگران اعلیٰ تھا۔

(ب) پولیٹیکل ایجنٹ تمام سرواران اوان کے قبائلی علاقے معہ لسبیلہ وخاران کا انچاراج تھا۔

(ج) وزیر اعظم قلات نیابتوں کا انچارج تھا۔ اس کا ایک نائب وزیر لسبیلہ کا وزیر تھا۔ دوسرا خاران اور مستونگ میں رہتا تھا۔

(د) خان کا دائرہ صرف قلات کی نیابت تک محدود تھا۔

۵۔ نصر آباد مری بغتی علاقوں اور چاغی کے لئے علیحدہ پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔

۶۔ ڈیرہ غازی خان کو پنجاب کے ساتھ اور جیکب آباد (خان گڑھ) کو سندھ میں ملا دیا گیا تھا۔

۷۔ بلوچوں کے وطن کے ایک بہت بڑے حصے کو ایران کی حدود میں شامل کر دیا گیا تھا۔ جو اب "ایرانی بلوچستان" کہلاتا ہے۔

۸۔ بلوچستان کے طول و عرض میں بلوچوں کو تمام سرکاری عہدوں اور اہم ملازمتوں سے محروم کر کے غیر بلوچ اور باہر کے چاپلوس قسم کے پنشن خواروں کو مامور کر دیا گیا تھا۔

۹۔ قلات بلوچی کا تعلیمی بجٹ صر تیرہ ہزار (۱۳،۰۰۰) روپیہ سالانہ تھا۔ بشمول لسبیلہ اور خاران۔

۱۰۔ شرعی نظام اور بلوچی روایات کو یک قلم منسوخ کر دیا تھا۔ صدیوں سے بلوچی ریاست میں عدل و انصاف کی اساس شریعت اسلامی اور بلوچی روایات پر قائم تھی۔ انگریزوں نے اس کے بجائے اپنی مرضی کو عدل و انصاف کا مزکر بنا رکھا تھا جرگہ سسٹم قائم کیا گیا تھا۔ جس کے ہر رکن کو پولیٹیکل ایجنٹ نامزد کرتا تھا۔ فیصلے پی اے کی مرضی کے تحت ہوتے تھے۔ جرگہ کے فیصلہ کے خلاف اپیل اے جی جی کو جاتی تھی۔ یہ آخری فیصلے کی عدالت تھی۔ انگریز اس دعوے کے ساتھ احکام جاری کرتے تھے۔ کہ خان اعظم بلوچ کی منظوری کے بعد یہ آخری حکم ہے۔ نام خان کا استعمال ہوتا تھا اور حکومت برطانیہ کی چلتی تھی۔ چونکہ خان کا نام لیا جاتا تھا۔ ہر بلوچ کو یہ کہہ کر مجبور کرتے تھے کہ یہ خان کا آخری حکم ہے اس کے خلاف خان کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا۔

۱۱۔ انگریز حاکم اپنی بدنام زمانہ پالیسی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے عمل سے بلوچوں کو من حیث القوم تباہی کے کنارے پہنچا چکے تھے۔ ہر طبقہ دوسرے طبقے کا ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا فرد فرد کا اور بلوچ بلوچ کا دشمن تھا۔ ریاست کے جیل خانیے کس بے وسیلہ اور بے گناہ قیدیوں سے بھرپڑے تھے۔ ان پر فرد جرم بھی نہیں لگائی گئی تھی۔ محض اس لئے پابند سلاسل تھے کی انہوں نے جبری بیگار دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یامالیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ یا افسروں کی خوشامد میں ان سے کوتاہی ہوتئ تھی۔ بعض بااثر افراد کے اشارے سے جیل میں بند کر دئے گئے تھے۔ یہ بدقسمت قیدی پی اے قلات وزیر اعظم قلات وزرا یا حکام بالا کے گھروں میں خدمت داری کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ صرف ایک دورہ میں نے دوہزار افراد کی جیلوں نے نجات دلائی تھی کہ ان کا کوئی جرم نہ تھا۔

۱۲۔ صنعت وحرف کا نام ونشان نہ تھا۔ تجارت ختیم ہو کر رہ گئی تھی۔ اخبارات کا داخلہ بند تھا۔ کوئی شخص انگریز حاکم کی اجازت کے بغیر بلوچوں کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم جیسے صدیوں پہلے کے غیر متمدن لوگ ہیں۔

۱۳۔ ظلم وبربریت کے سبب بلوچ عوام اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے ملحقہ علاقوں سندھ پنجاب افغانستان ایران حتیٰ کہ روس تک ہجرت کر کرے جا چکے تھے۔ بلوچی ریاست کے دارالحکومت جس کی آبادی ۱۸۹۰ میں نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) تھی ۱۹۳۳ میں صر تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ (۱۸۸۵ میں بلوچستان میں بلوچوں کی آبادی آٹھ لاکھ تھی)۔

ایک صدی کے متواتر ظلم وجبر نے بلوچوں کو اپنے آباد اجداد کے سرسبز وشاداب وطن کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جس سے بلوچستان بلوچوں سے خالی ہو گیا۔

۱۴۔ انگریزوں نے لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے بلوچستان کے عوام کے بعض طبقوں کے افراد کا خون بہا تین ہزار فی کس اور بعض کا صرف پانچ سو روپیہ مقرر کررکھا تھا۔

۱۵۔ میرے زمام حکومت سنبھالنے تک قلات سے مستونگ جانے کے لئے بھی خان کو انگریز بہادر سے اجازت کا پروانہ لینا پڑتا تھا۔

ان رسوا کن اہانت آمیز اور نامساعد حالات میں مین نے بلوچوں کی سربراہی کا منصب جلیلہ سنبھالا۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کر کرے انگریزوں کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے اور قوم کی بھرپور خدمت بجالانے کا فیصلہ کرلیا۔۸

خان معظم کے ذاتی اوصاف:

میر احمد یار خان اپنے جد اعلیٰ میر نصیر خان نوری کی طرح شریف النفس اور باکردار شخصیت کے مالک تھے۔ دین کے ساتھ خصوصی لگاو تھا۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے تھے تہجد گزار تھے۔ روزانہ چار پارے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ زکوۃ پابندی سے ادا کرتے خیر کے کاموں میں خوب خرچ کرتے تھے۔ فقرا و مساکین کی امداد فرماتے۔ بیواوں اور یتیموں کی کفالت فرماتے شادی، غمی اور بچوں کی ولدادت پر مالی معاونت فرماتے۔ جمعہ کے روز کافی مقدار میں صدقہ و خیرات فرماتے تھے۔ خود دو حج کئے تھے عمر کے لئے مع اہل و عیل جایا کرتے تھے اور سال آٹھ دس لوگوں کو اپنے خرچ پر حج کرواتے تھے۔

آپ سادگی پسند تھے۔ تاج پوشی کے بعد سے آپ نے کھدر کا لباس اپنایا اور پھر عمر بھر کھدر یا ملیشیا ہی پہنا آپ کی خوراک بھی عموما سادہ ہوتی تھی۔ البتہ سجی آپ کو پسند تھی۔ اسی سے مہمانوں کی تواضع بھی فرماتے تھی۔ ادھیڑ عمر میں مسجد سے تعلق بڑھ گیا تھا۔ زیادہ وقت مسجد میں گزارتے۔ آپ نے کئی شہروں میں شاندار مساجد بنوائیں ان میں امام و معلم مقرر فرمائے اور مساجد کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لے رکھے تھے۔ علما مشائخ کا احترام فرماتے ان کی پند و نصیحت بلکہ تنقید تک کو خندہ پیشانی سے سنتے اور تعمیل کی کوشش فرماتے تھے۔ آپ کو اپنی عوام کی پسماندگی و زبوں حالی کا شدت سے احساس تھا۔ ریاست کا اقتدار پانے کے بعد آپ کے پیش نظر تین امور تھے۔

۱۔ بلوچ ملت و دستور المعمل مطابق اصول اسلام و قرآن رہے۔

۲۔ بلوچ ملت دنیا کی باقی قوموں کی طرح ایک آزاد قوم ہو۔

۳۔ ملت بلوچ متحد متفق اور منظم ہو۔۹

اصلاح کی کوشش:

آپ نے اپنے ان عزائم اور امنگوں کی تکمیل کے لئے جد جہد شروع کی ملک کی عمومی صور تحال اس قدر مایوس کن تھی کی اصلاح کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تھی۔ آپ لکھتے ہیں۔

"ابتدا میں جب میں نے ملک کی حکومت کے فرائض اپنے ہاتھ لئے تو بہت سی مشکلات سد راہ تھیں لوگ ان پڑھ اور معاشرعتی طور پر سماندہ تھے۔ سیاسی اور اقتصادی پستی کی انتہا کو پہنے ہوئے تھے۔ نظام حکومت انگریزوں کے ماتحت تقریبا آمرانہ وجابرانہ تھا۔ حکومت برطانیہ نے اپنے ایک صد سالہ دور حکومت میں عوام کی سیاسی بیداری، معاشرتی اور تعلیمی ترقی کی قطعا کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ ۱۰

خان معظم چونکہ مکمل بااختیار حکمران نہ تھے۔ عملا انگریز حوکمت کا غلبہ تھا۔ جس کی تائید اجازت کے بغیر کوئی اقدام کرنا ممکن نہ تھ ا۔ نیز قبائلی سرداروں کی معاونت بھی ناگزیر تھی۔ لہذا خان صاحب مرحوم نے ہر سطح پر اصلاح احوال کی کوشش فرمائی اس بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

"میں نے ملک کی صورت حال کی طرف اقتدار اعلیٰ (حکومت برطانیہ) کے نمائندوں کی توجہ منعطف کرناچاہی لیکن جلد محسوس کرلیا کہ ان کی طرف سے اس قسم کے خیالات کی حمایت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ ملک میں یہی صورت حال قائم رکھنا چاہتے ہیں اس طرف سے مایوس ہوکر میں نے اپنی توجہ سرداروں اور عام قبائلی افراد کی طرف مبذول کی۔ مگر میں نے ان کی ایسی غفلت میں پایا کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے طاقت کھوچکے ہیں۔ اور ان کی غلامانہ ذہینت کسی ایسی دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ۱۱

ان حالات میں آپ نے ایک طرف نوجوان تعلیم یافتہ طقے کو اس وقت کے پیش آمدہ حالات و واقعات کے مطابق مطمین کرنے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف اپنے قبایئلی سرداروں کو خوش رکھنے اور ساتھ ملانے کی سعی فرمائی جو ہر معاملے میں خان صاحب پر انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کو فوقیت دیتے تھے۔ ان سے سے زیادہ آپ نے عوام کی تعلیمی اقتصادی اور معاشرتی حالت کو سدحارنے کے لئے اقدامات کے جس سے تعلیم یافتہ ملکی ملازم اور غیر ملازم نوجوانوں کی امداد تعاون سے اس وقت کے حالت کے مطابق خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ آپ کی اس لگن حوصلے اور کارکردگی کا اعتراف خود انگریز حکومت نے بھی کیا۔ سر نارمن کیڑ نے حکومت ہند کو اپنی رپورٹ میں لکھا۔

"میر محمود خان (دوم) اپنے عہد حوکمت کے پچھلے دس سال یا کچھ زیادہ عرصہ جب تک زندہ ہے۔ ہر خیال و مقصد کے لئے مردہ تھے لیکن موجود خان میر احمد یار خان نوجوان ہیں۔ اور (حکومتمت ذمہ داریوں کا) احساس رکھتے ہیں۔ مضبوط اور ہوشیار ہیں۔ لہذاہ یہ قدرتی امر ہے کہ وہ اپنے جذبات اور خواہاشات کے لحاظ سے صحیح معنوں میں (قلات کے) حکمران بننا چاہتے ہیں اور پانی ریاست کا برائے نام آئینی حکمران رہنا پسند نہیں کرتے۔ ان کی یہ جائز خواہش ہے اور میرے رائے میں ان کی یہ خواہش نہ صرف غلط نہیں بلکہ اس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ ۱۲

عوامی رابطہ مہم:

عام لوگوں کے مسائل سے آگاہی اور پسماندہ طبقوں کی اصلاح وترقی کی خاطر خان معظم نے ریاست کے تفصیلی دورے کئے۔ جس سے رفتہ رفتہ لوگوں کے حوصلے بندھے اور اعتماد بحال ہوا۔ وہ اب اپنے قبائیلی سرداروں کی قیادت میں براہ راست خان صاحب کے پاس آنے لگے۔ آپ نے قبائل اور ان کے سرداروں پر واضح کر دیا کہ میں تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرونگا۔ میرے ساتھ تعاون کرو۔ تاکہ میں انقلابی اصلاحات کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچاسکوں۔ اور تمہیں ترقی کی منزل تک لے جاسکوں آخر آپ کے مساعی رنگ لائیں اور تمام قبائلی سرداروں نے ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ کو ایک محضر نامے کی صور میں خان صاحب سے اپنی واضح وابستگی اور وفاداری کا اعلان کر دیا۔ ۱۳۔ اب انگریز حکومت کو بھی مجبور ریاست کا نظم ونسق اور سرداروں کے معاملات خان آف قلات کے حوالے کرنا پڑے۔ اور پہلی مرتبہ عوام کی پسماندگی وتباہ حالی کا اعتراف کرتے ہوئے سرداروں کو موردالزام ٹھہرایا۔ ایجنٹ ٹو دی گونر جنرل نے دسمبر ۱۹۳۵ کو منعقدہ ایک دربار میں سرداروں سے خطاب میں کہا کہ

"اس کی وجہ تماتر اقطعی طور پر سرداروں کی وہ غفلت بدانتظامی اور بد عملی ہے جو انہوں نے اپنے قبائل کے حق میں اختیار کی اور ان کی بھلائی کے لئے کچھ نہیں کیا۔ جس سے ریاست کی آبادی گھٹ گئی اور لوگ سندھ اور دوسرے اطراف کی نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے۔" ۱۴

مجلس وزراء کا قیام:

قلات میں قبائلی سرداروں پر مشتمل ایک اسٹیٹ کونسل تھی جس کے مشورے اور منظوری کے لئے بغیر خان صاحب کوئی حکم جاری نہیں کرسکتے تھے۔ یہ اسٹیٹ اکونسل انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کی آلہ کار تھی۔ جو ریاست قلات میں اصلاح وترقی کی کسی ایسی

حکیم جسے پولیٹیکل ایجنٹ پسند نہ کر تا روک دیتی تھی۔ نیز ان سرداروں کے قبائلی علاقوں کی حیثیت علاقہ غیر کی سی ہوتی تھی۔ حکومت قلات کے کارندے متعلقہ سردار کی اجازت کے بغیر اسکے علاقتے میں کسی سرکاری حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے تھے۔ قاتل ڈاکوہ وغیرہ کسی سرداری علاقے میں داخل ہو کر ریاستی حکومت کی گرفت سے محفوظ ہو جاتے۔ تاوقتیکہ اس علاقتے کا سردار قاتل یا چور کو حکومت کے سپرد نہ کرتا۔ سردار عموماً ان بد معاشوں سے رشوت لے کر انہیں سندھ کی طرف بھگا دیتے تھے۔ اس طرح ریاست قلات کے علاقے سندھ بلوچستان کے قاتلوں اور ڈاکوؤں کے لئے محفوظ اڈے بنے ہوئے تھے۔

خان معظم نے نہایت حکمت عملی سے ان سرداروں کو اعتماد میں لے کر ایک مجلس وزرا تشکیل دی۔ سرداروں کی اسٹیٹ کونسل میں سے پانچ ارکان پر مشتمل ایک سینڈنگ کمیٹی بنائی جو ہر دو ماہ بعد مجلس وزرا کے اجلاس میں شامل ہو کر سرداری علاقہ جات اور نیابتوں کے مشترک مفاد کے مسائل پر تبادلہ خیال کرتی تھی۔ اسٹیٹ کونلس اب بھی موجود تھی۔ مگر اس کی حیثیت صرف مشاورتی بورو کی رہ گئی۔ حکومتی اختیارات اب خان صاحب کے ملازم وزرا کو منتقل ہو گئے۔ اب اصلاح وترقی کے منصوبوں میں اسٹیٹ کونسل کے منظوری ضروری نہ رہی۔ نیز ریاستی انتظامیہ کو اب سرداری علاقوں میں براہ راست مداخلت کا اختیار بھی حاصل ہو گیا۔ اب کوئی سردار بھی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کی گرف سکتی تھی۔ ۱۵۔ مثلاً ایک دفعہ ایک ناظم چند سپاہوں کے ساتھ خان معظم کے حکم پدو سو میل دور واقع ایک مقام سے ایک ظالم سردار کو معزول کر کے اس کے گلے میں پھند اڈال کر گسٹیتے ہوئے قلات لے آئے اور خان معظم نے اسے عمر بھر کے لئے جلاوطن کر دیا۔ وہ شخص ساری زندگی اپنے آبائی گھر اور وطن سے دور رہا اور آخر کار وہیں جان بحق ہو گیا۔ ۱۶

دیوان خاص:

یہ دیوان مختلف قبائل کے سرداروں پر مشتمل تھا۔ اے از سر نو فعال کیا گیا۔ یہ قبائل زندگی میں جمہوری طرز اور پارلیمانی طرز فکر کا ایک عملی نمونہ تھا۔ یہ سردار اپنے اپنے قائل کے ہر طرح سے ذمہ دار قرار دئے گئے تھے۔ جو لوگوں کے سیاسی و سماجی معاملات میں بالخصوص اور ریاست کے انتظامی معاملات میں بالعموم حصہ دار ہوتے تھے۔ خان معظم کے اس اقدام نے بلوچوں کو ان کے تاریخی پس منظر اور نوری نصیر خان کی یاد لادی۔ جہنوں نے بلوچ کانفیڈریسی کے ذریعے باہمی اصلاح و مشورہ اور معاملات کو طے کرنے کا احسن طریقہ رائج فرمایا تھا۔

دیوان عام:

یہ دیوان عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل تھا۔ جو حکومت اور انتظامیہ کے کارکردگی پر تنقید کیا کرتا تھا۔ تاکہ حکومت عوام کے سامنے جوابدہ ہو۔ اس اقدام سے عوام کو سیاسی طور پر بیدار کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وہ اپنے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیتے رہیں۔ دیوان عام کا قیام اور اس کی عرض و غایت صرف یہ تھی کہ عوام کے حقوق کا تحفظ ہو۔ دیوان عام اور دیوان خاص کے قیام نے بلوچ عوام کے خوابیدہ شعور اور احساس خودی کو بیدار کیا جو کہ انگریز حکومت کی یک صد سالہ استبداد کے تحت نیست و نابود ہو گیا تھا۔

سیاسی بیداری:

بلوچ عوام کو جہالت و پسماندگی سے نکالنے کے لئے ان کی سیاسی بیداری ضروری تھی۔ خان صاحب کو بلوچستان کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقے سے امیدیں وابستہ تھیں۔ عوام کی سیاسی بیداری انگریزی حکومت کو ناگوار تھی۔ چنانچہ خان صاحب دیر پردہ ان نوجوان کی سرپرستی فرماتے تھی۔ ۱۹۳۶ کو نادار طلبا کی تعلیمی معاونت۔ غریب کاشتکاروں کی امداد اور دیہات سدھار کے مقاصد کے تحت انجمن اسلامیہ قلات کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اس تنظیم کی پشت پر خان مرحوم کا مشفق ہاتھ تھا ۔ کارکنوں کے خلوص اور جہد مسلسل کی بدولت تنظیم کو عوامی سطح پر خوب پزیرائی ملی۔ جس سے انگریز حکومت چوکنا ہو گئی اور آخر اسے دہشت گرد جماعت قرار دے کر خود خان معظم کے ہاتھوں منتشر و معدوم کرادیا۔ ۱۷

قلات نیشنل پارٹی:

انجمن اسلامیہ قلات کی تحلیل کے بعد نوجواناں بلوچستان کو اپنی شیزارو بندی کی فکر دامن گیر ہوئی جس کے لئے فروری ۱۹۳۷ کو سبی کے مقام پر قلات نیشنل پارٹی کے نام سے ایک سیاسی جماعت کی بیناد رکھی۔ میر عبد العزیز کرد پارٹی کے صدر م میر گل خان نصیر نائب صدر اور ملک فیض محمد یوسف زئی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

ریاست قلات میں ذمہ دار حکومت کا قیام جرگہ کہ اصلاح و تنظیم مستجار اور غیر مستجار بلوچی علاقوں کی ریاست قلات میں شمولیت اور ملک کی تعلمی اقتصادی ار معاشرتی ترقی کے لئے آئینہ جد و جہد کرنا پارٹی کے بنیادی مقاصد قرار پائے۔ یکم اپریل ۱۹۳۷ کو پارٹی نے قوم کے نام اپنا منشور شائع کیا۔ اور انتھک محنت کے ساتھ ریاست قلات کے طول و عرض میں اپنا کام شروع کردیا۔ قلیل عرصہ میں پارٹی کا پیغام ریاست کے کونے کونے میں پہنچ گیا اور ممبرون کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ پارٹی کی تمام سرگرمیوں سے خان صاحب مرحوم آگاہ تھے اور مکمل تعاون فرمارہتے تھے۔ پارٹی نے ریاست میں مروج کئی

نامناسب اور ظالمانہ امور کے خلاف جدوجہد شروع کی اور خان صاحب نے ان کے تمام جائز مطالبات کو پورا فرمایا۔ حتیٰ کہ یہ سمجھا جانے لگا نیشنل پارٹی کا ہر قدم خان صاحب کے اشارے سے اٹھتا ہے اور ہر تحریک خان صاحب کی منظوری سے چلتی ہے۔ خان صاحب مرحوم کے اس بے مثال تعاون اور قابل قدر خدمات کے اعتراف میں نیشنل پارٹی نے بلوچ قوم کی طرف سے آپ کو خان معظم کا لقب پیش کیا جسے قبول کر کے حکومت قلات کے سرکاری کاغذات اور خط و کتابت میں اختیار کیا گیا ۱۸۔

پولیٹیکل ایجنٹ قبائلی سرداروں اور وزیر اعظم قلات کو پارٹی کی عوامی مقبولیت اور خان معظم کی معاونت ایک نظر نہ بھاتی تھی۔ خود پارٹی بھی اپنی پے در پے کامیابیوں کے وجہ سے بے اعتدالی کا شکار ہوگئی اور محاذ آرائی بلکہ اشتعال انگیزی پر اتر آئی۔ جس سے انگریزی حکومت کو مداخلت کا موقع ہاتھ آیا اور آخر اسے اخان معظم ہی کے ذریعے ختیم کروادیا۔ الغرض خان معظم نے نیشنل پارٹی کی پوری طرح حوصلہ افزائی کی۔ پارٹی کے اہم افراد کو کلیدی عہدوں پر تعینات کیا انہیں اپنے پروگرام کی تشہیر کی پوری آزادی دی۔ ان کی ہر طرح حمایت کی۔ مگر پارٹی کارکناں کے اپنے ہاتھون خان معظم کو ان کے خلاف کاروائی کرنا پڑی۔ ظاہر محمد خان کوئٹہ کے مشہور وکیل، کے بقول خان معظم نے خود یہ بات بتائی کہ ''میں تو چاہتا تھا کہ نوجوان آہستہ چلیں لیکن وہ بھٹک گئے اور مجھ پر چاروں طرف سے اتنا دباو تھا کہ مجبور مجھے ایکشن لینا پڑا۔''۱۹

سیاسی جماعتوں کی معاونت و سرپرستی کے علاوہ خان معظم کی توجہات کے طفیل متعدد اخبارات ورسائل منظر عام پر آئے ان میں البوچ (۱۹۳۴) اتحاد بلوچان (۱۹۳۴) بلوچستان جدید (۱۹۳۴) ینگ بلوچستان (۱۹۳۴) ترجمان بلوچ (۱۹۳۴) کلمتہ الحق اور استقلالکو خان معظم کی مستقل سرپرستی حاصل رہی۔ خان قلات زندگی بھر سینکڑوں اخبارات اور رسائل کی مالی معاونت کرتے رہے۔ ۲۰

تعلیمی ترقی:

۱۹۳۳ کو جب خان معظم بر سر اقتدار آئے تو ملک میں تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ صرف تیرہ ہزار روپے سالانہ تعلمی بجٹ تھا۔ صرف ایک مڈل سکول اور بارہ پرائمری سکول تھے۔ آپ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ تعلیمی بجٹ دو سال کے عرصے میں چالیس ہزار روپے سالانہ تک بڑھادیا۔ بعد ازاں چار لاکھ روپے تک پہنچ گیا۔ پرائمری اور مڈل سکولوں کی تعداد کئی

گنا بڑھادی گئی۔ قلات، مستونگ، بھاگ، اور تربت میں ہائی سکول کھل گئے۔ اور ۱۹۴۷ تک تعلیمی اداروں کی یہ تعداد ہو چکی تھی پرائمری سکول ۱۳۷، مڈل سکول ۱۴ ہائی سکول ۱۱ ان کے علاوہ ایک ٹیچرز ٹریننگ سکول اور ایک ہائی سکینڈری سکول۔ ۲۱ طلبا کے لئے تعلیمی وظائف جاری کئے گئے۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھی بھیجا جانے لگا۔ مثلا بلوچستان میں مسلم لیگ کے بانی اور قائداعظم محمد علی جناح کے معتمد خاص قاضی عیسیٰ مرحوم نے بیرسٹری تک تعلیم ریاسی مرعات سے حاصل کی ۲۲ بلوچستان میں دینی تعلیم کا بھی کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ خان معظم نے دینی تعلیم کے لئے کئی مدارس قائم کروائے۔ جہاں پر دور دراز علاقوں سے طلبا آکر علم حاصل کرتے تھے ان مدارس میں سرفہرست جامعہ نصیر یہ تھا۔ جو مولانا عرض محمد کی سرپرستی میں ۱۹۳۵ کو پہلے قلات میں قائم کیا گیا پھر اسے مزید وسعت دیکر مستونگ منتقل کیا گیا۔ یہ درس گاہ جامعہ الازھر کی طرز پر بنائی گئی تھی۔ اس کے اخراجات کے لئے جو جائیداد آراضی وقف کی گئی تھی اس کی مالیت تقریبا دو کروڑ روپے بنتی ہے۔ جامعہ میں دینی تعلیم کے علاوہ سکول بھی تھا جہاں طلبا کو عصری تعلیم دی جاتی تھی۔ جامعہ میں ایک وسیع کتب خانہ بھی قائم کیا گیا۔ جہاں نایاب کتب فراہم کی گئیں تھیں۔ جامعہ میں بلوچستان کے علاوہ سندھ پنجاب سرحد اور ایران وافغانستان تک کے طلبا آتے تھے۔ ان کی رہائش وطعام کے اخراجات ریاست کے ذمہ تھے۔ جامعہ کے تیس طلبا کو تعلیمی وظائف بھی دیئے جاتے تھے۔ ۲۳ دینی اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند (انڈیا) کو بھی طلبا بھیجے جاتے تھے۔ اور وہاں پر تیس طلبا کے لئے ماہانہ تعلیمی وظائف مقرر تھے۔ وہاں سے فارغ التحصیل کئی علما بلوچستان کے مختلف علاقوں دینی علوم کی اشاعت وترویج میں مصروف ہیں ۲۴۔

نظام شریعت کا نفاذ:

خان معظم نے ۴ نومبر ۱۹۳۷ کو ایک فرمان جاری کیا جس کے رو سے کسی فرد کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے دیوانی معاملات میں شرع محمدؐ کے اصولوں سے انکار کرے۔ اس فرمان میں خواتین کے شرعی حقوق کے تحفظ کے علاہ دیگر کئی اسلامی احکامات شامل ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ کوئی سردار کسی بھی شخص سے مالیہ وصول نہیں کرسکے گا۔ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں سردار کے خلاف دوسروں کے مال پر قبضہ کرنے کا مقدمہ درج کیا جائے۔

۲۔ مال وجائیداد حق مہر اور نکاح کے معاملات پر خواتین کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنے مقدمات قاجی کی عدالت میں پیش کریں ۔ اور قاضی اس بات کے پابند ہوں گے کہ وہ شریعت کی روشنی میں ان پر فیصلے صادر فرمائیں۔

۳۔ ریاست قلات کے قدیم غیر شرعی معاملات سے لب اور ولور یہ حکم صادر کیا گیا کہ کوئی بھی عدالت ان پر نظر ثانی نہیں سکے گی۔ شادی اور وٹے سٹے کی شادی کے معاملے میں حق مہر طے کرنے کے فیصلے کو عدالت اسلامی قوانین کی روشنی میں جانچ پر کھ سکے گی۔

۴۔ ریاست قلات میں شرعی اور دوسرے اسلامی اصولوں کے لئے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جس کے لئے قاضی اور علما مقرر کئے گئے۔

۵۔ تما سرداروں میر اور معتبریں کو اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین کی گئی اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں عوام کو اسلامی قوانین پر زندگی گزارانے کی تحریک دیں۔

۶۔ علما کو ہدایت کی گئی کہ وہ قرآن مجید حدیث اور فقہ پر خصوصی توجہ دیں اور عوام کو نماز روزہ حج زکوۃ اور باہمی معاملات کے اسلامی احکامات سکھائیں عوام کو غیر اسلامی حرکات مثلا چوری جھوٹ بدنیتی الزام تراشی ڈاکہ زنی اور زنا وغیر سے باز رہنے کی تلقین کریں ۲۵ یہ فرمان جو ۴ نومبر ۱۹۳۷ کو منظر عام پر پایا گیا۔ اس کا اطلاق سب پر یکساں ہو گا۔ آنے والے وقتوں میں دیوانین مقدمات جو سرداروں کے مابین ہوں یا عوام کے بغیر کسی فرق کے بغیر کسی طبقاتی تفریق کے سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا اور فیصلہ کیا جائے گا۔ اس معاملے میں کسی بھی طرح کا امتیازی سلوک نہیں برتا جائے گا۔ متعلقہ عدالتیں ان ہی احکامات پر کاربند رہیں گی۔ ان قوانین سے ہٹ کر انہیں مقدمات کو پرکھنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔۲۶۔

مساوی خون بہا کی بحالی:

بلوچستان کی مختلف اقوام میں مستقل درجہ بندی پائی جاتی تھی بلوچ اقوام اشراف اور دیگر اقوام مثلاً جت نقیب، مطرب، درزارہ، دہوار دغیر و کمین (کم زاد) تصور ہوتے تھے۔ اسی تناسب نسلی کے اعتبار سے ان کی خون بہا میں تفامت مروج تھا۔ خان معظم نے اس غیر شرعی اور خلاف فطرت قانون کو کالعدم قرار دیا۔ بلوچستان کے قبائلی رسم و رواج میں جٹ نقیب، درزادہ غلام ڈومب اور مرہٹہ وغیرہ اقوام کی خون بہا بلوچ اقوام کی نسبت بہت کم تھی۔ آپس کی لڑائی میں اگر ایک طرف سے ایک بلوچ مارا جاتا اور دوسری طرف سے تین جٹ یا نقیب وغیر مارے جاتے تب بھی جٹ یا نقیب مقتولین کے ورثا کو مزید چار پانچ سو روپے بلوچ مقتول کے ورثا کو بطور عوضانہ دینا پڑتے تھے۔

عموماً پانچ جٹ یا اسی سماجی مرتبہ کے دیگر پانچ باشندوں کا عوضانہ خون ایک بلوچ باشندے کے عوضانہ خون کے برابر ہوتا تھا۔ خان معظم نے قلات کے تماباشندوں کے لئے بلالحاظ قبائلی وسماجی مرتبہ ونسب مساویانہ عوضانہ وجرمانہ خون مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک متفقہ قرارداد میں خان قلات وارا کین اسٹیٹ کونسل نے ریاست کے تماباشندوں کے لئے مساوی خون بہا منظور کیا۔ اور تمالوگوں کو یکساں مساوات کا درجہ دیا۔ یعنی بحیثیت انسان اور اولاد آدم وہ سب برابر رہیں کے ۲۷ خان معظم کے اس اقدام سے غیر بلوچ اقوام کو نہ صرف قتل وغارت سے تحفظ ملا بلکہ معاشرتی طور پر انکی ترقی وبہود کے دروازے کھل گئے۔

دلوار کی ممانعت:

شادی میں شوہرے عورت کے والدین یا عزیز واقربا خطیر رقم (بطور دلور) لیکر دلہن کے لئے خرچ کرنے کے بجائے خود کھا جاتے تھے اسے قطعاً بند کر دیا گیا۔ ۲۸

دردگر ٹیکس کی بندش:

دردگر (فصل کی کٹائی کرنے والے) مزدور کو جسے بلوچی زبان میں لائی گر کہا جاتا ہے۔ اپنی مزدوری میں سے ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ اس ٹیکس کو ختم کرنے کے لئے باقعدہ صدر فرمان کے ذریعے اسے قابل مذمت اور کالعدم قرار دیا گیا۔ ۲۹

مالیہ زمین میں تخفیف وسہولت:

علاقے میں رعیت کی ناداری ومفلسی کے پیش نظر مالیہ زمیں کی شرح میں تخفیف کر دی گئی اور مالیہ وصول کرنے کا طریقہ آسان اور سہل الوصل بنایا گیا۔ ۳۰

سرداری مالیہ کی منسوخی:

سردار اور دیگر بااثر افراد اپنے ماتحت اور زیر اثر قبائل سے مالیہ کے نام سے ایک ٹیکس وصول کرتے تھے۔ جو کہ قبائل کے افراد پر دو بھیڑیں یا دس روپے فی کس سالانہ مقرر تھا۔ اس قبیح اور مبنی بر ظلم رسم کو ہمیشہ کے لئے کالعدم قرار دیا گیا۔ ۳۱

بیگار کی بندش:

ریاست بھر میں حکومت کے کارندے لوگوں سے مفت جبری محنت یعنی بیگار لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے اونٹ اور بیل بھی بیگار میں پکڑ لیے جاتے اور کئی کئی دن ان سے مفت کام لینے۔ کے بعد خستہ وزخمی حالت میں واپس کر دیئے جاتے۔ مزید ستم یہ کے اس دوران نہ تو بیگاری جانوروں کو چارہ دیا جاتا تھا اور نہ ہی ان افراد کو جو ان کے ساتھ ہوتے تھے کھانا دیا جاتا تھا۔ مگر ا

ان میں وہ منظر انتہائی دردناک ہوتا تھا۔ جبکہ کسی بلوچ کے بیگار میں پڑتے ہوئے اونٹ پر سوار ہو کر حکومت کو کوئی ملازم اسے ڈوڑائے جارہاہوتا اور پیچھے پیچھے غریب تن بدن عریاں پاؤں سے ننگا بلوچ گرم دھوپ میں بھاگتا جارہاہوتا تھا تاکہ بروقت منزل پر پہن کر اس ملازم کے لئے پانی اور جنگل سے لکڑیاں لانے کے عماوہ اپنے اونت کے لئے بھی گھاس چارہ جمع کرسکے۔ مکران اور کچھی میں بیگار شدید قابل نفرت صورت میں رائج تھی۔ نیشنل پارٹی نے اس ظلم کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہوئے اس کی منسوخی کا شدت سے مطالبہ کیا۔ کیونکہ یہ ایک ظالمانہ اور انسانیت کے خلاف رسم تھی۔ خان قلات نے پارٹی کے مطالبہ کو منظور کرکے ایک فرمان کے ذریعے تمام ریاست قلات میں ہر قسم کی بیگار کی منسوخی کا اعلان کردیا۔ ۳۲

زرشاہ اور زرسر کا امتناع:

مکران میں زرسر اور شاہ قلات حکومت اور گچکی سردار سالانہ ٹیکس کے طور پر وصول کرتے تھے۔ یہ ٹیکس ہر مرد، عورت، بچے اور بوڑھے سب سے دو آنے فی کس زرسر اور دو آنے فی کس زرس شاہ کے نام سے وصول کیا جاتا تھا۔ اس کا نصف قلات حکومت اور نصف گچکی سرداروں کو ملتا تھا۔ نیشنل پارٹی نے خان قلات (میر احمد یار خان) کے دورہ مکران کے موقع پر اس ناجائز ٹیکس کی منسوخی مطالبہ کیا۔ مکران کی عوام نے پارٹی کی آواز پر لبیک کہا چنانچہ جب خان قلات تربت پہنچے تو حاجی عبدالسلام صدر نیشنل پارٹی مکران برانچ کی قیادت میں تقریبا دوہزار افراد نے ان کی قیام گاہ کے سامنے پر امن مظاہر کیا اور پارٹی کے تین نوجوان ممبران نے دودن تک بھوک ہڑتال کی۔ خان قلات نے اسی مقام پر گچکی سرداروں کی رضامندی سے زرشاہ اور زرسر نامی ناجائز ٹیکس کی منسوخی کا فرمان جاری کیا۔ ۳۳

مالی بجار اور پرس کی ممانعت:

مالی: یہ سالانہ ٹیکس تھا جو ہر سردار اپنے قبیلے کے ہر گھرے سے بصورت ایک بھیڑ یا اس کی قیمت پانچ روپے نقد وصول کیا کرتا تھا۔ ۳۴

بجار: بجار بلوچ علاقوں میں ایک اختیاری وامدادی چندہ ہے۔ جو شادی بیاہ یا کسی دوسری اہم ضرورت کے موقع پر قبائلی لوگ ایک دوسرے کو دیتے ہیں انگریروں کے دور حکومت میں سردار موروثئی حق کے طور پر اپنے قبائل سے بجار جبر وصول کرتے تھے۔ چونکہ بجار کی کوئی مقدار و مدت متعین نہ تھی۔ اس لئے سردار سال میں کئی بار بجا وصول کرنے کو اپنے قبیلوں پر چڑھ دوڑتے تھے۔

پر س: یہ بھی بجار کی طرح اختیاری امدادی چندہ ہے۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو قبیلے کے دیگر افراد مویشی یا نقدی کی صورت میں ماتمی خاندان کو امداد دیتے ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں سرداروں نے لوگوں سے یہ ٹیکس بھی جبر الینا شروع کیا تھا۔ میر احمد یار خان نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا۔ ۳۵

روز گار کے مواقع:

تمام ریاست قلات میں تجارت پر ہندوں کا قبضہ تھا۔ مسلمان اقتصادی لحاظ سے پسماندہ تھے۔ خان معظم نے ملڑی سٹور کا قیام عمل میں لاکر عوام کے لئے روزگار کے مواقع اور مسلم تجارتی کاروبار کو گویا افتاح کر کے مسلمانوں (بے روزگاری کی) ایک مصیبت سے چھٹکار دلایا۔ ۳۶ نیز حکومتی عہدوں پر مقامی لوگوں کو فائز کر کے غریبوں کے لئے ملازمتوں کے دروازے کھولے گئے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں ان پڑھ نوجوانوں کہ جگہ دی گئی۔ ۳۷

اسلحہ فیکٹری کا قیام:

خان معظم نے ملکی دفاع کی خاطر قلات میں اسلحہ ساز فیکٹری قائم فرمائی تاکہ مقامی لوگ آفریدی ماہریں کے زیر تربیت توپ رائفل بندوق اور کارتوس وغیرہ بنانے کے فن سے واقفت ہوں اور پرانے اسلحے کی جگہ جدید ہتھیار کا استعمال دستور پائے۔ اس تماکاروائی سے خان معظم کا مقصد قبائل میں جہاد اور اپنے جان ومال کے تحفظ کا جذبہ اجاگر کرنا تھا۔ چنانچہ اس عرض کے لئے دو ہزار اسٹیٹ فورس اور پانچ سو بلوچ پولیس کی نفری قائم کر دی گئی۔ ۳۷

زرعی ترقیاتی اقدامات:

اس مقصد کے لئے بلوچ طلبا کو زرعی تعلیم کے وظائف دیئے گئے۔ اور ماہرین زراعت کے زیر نگرانی زرعی فارم کا انقلابی عمل اختیار کیا گیا۔ بطور نمونہ خان معظم نے جدید اشجار میوہ دار پر مشتمل ذاتی باغات لگائے اور عام زراعت کی ترقی و تشویق کے لئے اپنی زمینوں اور زمینداری کی اصلاح وجدت سے عوام الناس کے لئے بہترین اور قابل رشک نمونے بہم پہنچائے اس خدمت(ور ہنمائی) سے لوگوں کو زمینداری کے بہتر مواقع فراہم ہوئے۔ ۳۹

ذرائع رسل ورسائل میں توسیع:

ریاستی بلوچستان کے دار الخلافہ قلات سے ریاست کے دیگر دوردراز گوشوں سٹرکیں نکالی گئیں پسنی کی بندرگاہ کو سٹرکوں کے ذریعے اندرون ملک کے بڑے بڑے شہروں سے ملایا گیا۔ قلات سے خضدار اور قلات سے کیچ مکران کے شہر تربت کے

درمیان جہاں پہلے ڈاک کی آمدورفت سانڈنی سواروں کے ذریعے جاری تھی۔ باقاعدہ ڈاک لاریاں چلائی جانے لگیں جن سے مسافروں کی آمدورفت اور رسلد رسائل میں سہولت اور تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا ہوئی۔ ۴۰

محکمہ اطلاعات کا قیام:

خان معظم نے محکمہ اطلاعات قائم فرمایا۔ قلات میں گزٹ کا اجرا ہوا۔ ریاست بھر میں اخبارات کی اشاعت پر پابندی ختم کی گئی۔ معلومات عامہ کی اشاعت کے لئے پریس قائم کیا گیا۔ بالخصوص مذہبی معاملات میں کیونکہ لوگ مذہبی حوالے سے جہالت میں گھرہوئے تھے۔ پریس کے قیام نے لوگوں میں مذہبی تعلمیات کی ایک نئی روح پھونک دی۔ کتابیں شائع ہونے لگیں۔ قرآن مجید کا بلوچی ترجمہ (جو قاضی عبد الصمد سربازی نے کیا تھا) اور براہوئی ترجمہ (جو مولانا عبد الکریم مراد نے کیا تھا۔) شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ علما اور سیاستدانوں کو ہندوستان کے کونے کونے سے مدعو کیا جاتا تھا تاکہ وہ عوامی شعور کی بیداری میں اعانت کریں اور لوگوں میں اسلامی تعلمات عام ہوں۔ ۴۱

وزارت معارف کا قیام:

یہ مذہبی امور سے متعلق محکمہ تھا۔ جو ۱۹۳۵ میں قائم کیا گیا۔ ملک کے اندر اسلامی قوانیں بنائے جارہے تھے۔ اس کے لئے وزارت معارف قائم کی گئی جو برصغیر کے چوٹی کے علما دین پر مشتمل تھی۔ ۴۲ مولانا عرض محمد کو یہ وزارت پیش کی گئی۔ مگرا انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے ایک استاد مولانا شمس الحق افغانی کو اس وزارت کے لئے تجویز کیا۔ چنانچہ انہیں بطور وزیر فائز کیا گیا۔ اس محکمہ کے ذمہ تین امور تھے۔

۱۔ محکمہ قضا بلوچستان ۲۔ جامع مساجد بلوچستان ۳۔ جامعہ نصیریہ

محکمہ قضار:

ایک پینل کوڈ: بنام تعزیرات قلات جاری کرکے بلا امتیاز سب کے لئے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ ظلم وجبر اور طبقاتی تفریق و استحصال کو روک دیا گیا۔ ۴۳ اور ۱۹۳۵ کو یہ فرمان جاری ہو کہ آئندہ ریاستی بلوچستان میں اسلامی قانون نافذ ہو گا۔ ہر تحصیل میں باقاعدہ قاضی مقرر کئے گئے۔ مثلاً قلات، خضدار، مستونگ، گوادر، پسنی، جیونی، پنجگور، بھاگ، اورڈھاڈر وغیرہ اس کی وجہ سے لووں کو بہت فائدہ ہوا اب وہ اپنے چھوٹے بڑے مسائل وہیں حل کراتے تھے۔ فیصلے شرعی قانوں کے تھٹ ہوتے تھے۔

وکیلوں کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی۔ نفاذ شرع اسلامی محکمہ انصاف اور تعزیرات کے قوانین نے لوگوں میں اطمینان کا احساس پیدا کیا۔ ان کو امن وامان کی ایک گونہ ضمانت مل گئی۔ یہ بلوچ تاریخ میں ایک فقید المثال موقع تھا۔ ۴۴

مجلس شوریٰ کا قیام:

قاضیوں کے فیصلہ جات پر اپیل کے لئے مجلس شوری تشکیل دی گئی۔ جس کے یہ ارکان تھے۔

ا۔ قاضی عبد الصمد سربازی، ۲۔ قاضی سعد اللہ، ۳۔ قاضی بشیر احمد، ۴۔ مولانا عبد الحلیم

تبلیغی جماعت کا تعارف:

خان معظم کو بلوچ اقوام کی دینی پسماندگی کا شدت سے احساس تھا۔ ۱۹۳۴ کو اپنے دہلی کے سفر میں آپ بستی نظام الدین اولیا بھی زیارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ کی ملاقات تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس مرحوم سے بھی ہوئی۔ خان صاحب نے مولان اسے بلوچستان کے لئے جماعت بھیجنے کی درخواست کی۔ چنانچہ ۱۹۳۸ میں مولانا محمد یوسف (فرزند مولانا الیاس) کی قیادت میں چالیس افراد پر مشتمل جماعت ایک چلہ (چالیس روز) کے لئے دہلی سے کوئٹہ پہنچی۔ خان صاحب نے کوئٹہ اسٹیشن سے انہیں قلات لانے کے لئے بس کا انتظام فرمایا اور جماعت کی نصرت وخدمت کے لئے دو افراد مقرر کئے۔ خان معظم کے خاندان میں سے سلطان ابراہیم خان اور محمد انور خان بھی جماعت کے ساتھ رہے۔ اس جماعت نے دس دس روز قلات سوراب اور خضدار میں گزارے۔ جس سے بلوچستان میں تبلیغی کام کی بنیاد پڑی۔ کوئٹہ قلات، مستونگ، خضدار اور دیگر شہروں میں تبلیغی مراکز قائم ہوئے۔ اس کے بعد خان صاحب کی زندگی میں متعدد بار قلات میں تبلیغی اجتماعات منعقد ہوئے جن میں ہندوستا سے تبلیغی جماعت کی اہم شخصیات نے شرکت فرمائی تبلیغی کام کی برکت سے بلوچوں میں کافی حد تک دینی علم و عمل رواج پا رہا ہے۔ بے شمار مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ جہاں سے علماو حفاظ تیار ہو کے معاشرے جہالت و بے دینی کے خلاف جہاد میں مشغول ہیں۔ اگر چہ اس دینی ترویج واشاعت میں کئی دیگر عوامل شامل ہیں مگر اس میں خان معظم کی فکر وکاوش کی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ۴۲

حرف آخر:

خان معظم کا عرصہ حکمرانی ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ سے اپریل ۱۹۴۱ تک صرف ۱۴ سال پر مشتمل ہے۔ نیز آپ مکمل بااختیار حکمران بھی نہ تھے۔ اور بلوچستان کی ہمہ جہت پسماندگی بھی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ایسی صورت حال میں خان معظم نے جس قدر اصلاحات

فراماٸیں ار خصوصا بلوچ عوام کے اسلامی تشخص کی بحالی کے لئے جو اقدامات کے انہیں اگر محدود اختیار و سائل کے تناظر میں دیکھا جائے تو واقعتا یہ گراں فرد اور بے مثال کارنامے ہیں۔ خان صاحب کو اگر کچھ وقت مزید مل جاتا تو ریاستی بلوچستان ہر لحاظ سے خوشحال و قابل رشک ملک بن جاتا۔ خان مرحوم خود کہتے تھے۔ ”مجھے حکمرانی کا شوق نہیں تھا میں تو اپنی عوام کی خوشحالی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ماہرین کی ایک ٹیم کے ساتھ کام کرنا چاہتا تھا۔ میں دس سال کے اندر پسنی تک ریلوے لائن بچھانے کے پروگرام رکھتا تھا۔ اور لیاری سے جیونی تک پختہ شاہراہ کی تعمیر کے علاوہ سندھ کے مقام داد اور شکار پورے پاپئیو کے ذریعے پانی لانے کے منصوبے رکھتا تھا۔ برما آئل کمپنی کے اشتراک سے کلکتہ کے ڈاکٹر چیٹر جی بیز جی ہمارے علاقے میں دس مقامات پر تیل کے کنویں کھودنے کو تیار ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ پسنی کے ساتھ ساتھ تین اور ساحل مقامات پر بندر گاہیں تعمیر کرنے کا منصوبہ بھی زیر غور تھا۔ ملک کے اندر اسلامی قوانین بنائے جا رہے تھے۔ اس کے لئے وزارت معارف قائم تھی۔ جو بر صغیر کے چوٹی کے علما دین پر مشتمل تھی۔ میر خواہش تھی کہ قلات میں کئے گئے کامیاب تجربے کے بعد پاکستان کو پوری دنیا کے لئے ایک مثالی اسلامی مملکت کے طور پر اجاگر کیا جائے۔۴۷ خان معظم نے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ جس کا ذکر غلام اکبر خان نے اپنے مضمون ”آزادی کی جدوجہد میں خان احمد یار خان والی قلات کا حس کردار“ میں ان الفاظ سے تذکرہ کیا ہے۔

> ”اعلی حضرت خان معظم نے ایک دیانت دار فرزنو طن کی مانند مسلمانان ہند کی امداد اور اسلام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر قائد اعظم اور مسلم لیگ کی سب سے زیادہ خدمت کی۔ اور بلوچستان مسلم لیگ کی تنظم کے لئے نہ صرف قاضی محمد عیسیٰ کی اخلاقی مدد کی بلکہ مالی امداد پر بھی لاکھوں روپے صرف کئے۔“۴۸

اپنے ان ہی جذبات وعزائم کے ساتھ خان معظم نے پاکستان کے ساتھ الحاق بھی کیا مگر ان کی توقعات پوری نہ ہو کسین جس کا انہیں عمر بھی افسوس رہا۔ ان کے ہم عصر علاقائی مورخین بھی ان سے شاکی نظر آتے ہیں مگر ان کے خلوص، نیک نیتی اور قومی جذبے کا سب اعتراف کرتے ہیں مثلا محمد سردار خان بلوچ نے ان پر کڑی تنقید کی ہے مگر ان کی خوبیوں سے وہ بھی انکار نہیں کر سکے چنانچہ لکھتے ہیں۔

''ایک سیماب فطرت انسان وہ ایک زندہ دل فیاض اور شاہ خرچ حکمران ہے۔ اور بلند حوصلہ ضعیف الاعصاب اور مریضانہ طور پر جذبات اور احساسات کا پتلا ہے۔ لیکن اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود وہ اپنے گھرانے کا بہترین انسان ہے جسے بجا طور پر یہ زعم ہے کہ وہ بلوچ نظام شمسی کا نیرا اعظم ہے جس سے دیگر بلوچ سیاروں کو اکتساب نور کرنا چاہیے۔''۴۹

خان معظم کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں آخری عمر میں بلوچستان کا گورنر بنایا۔ آپ جنوری ۱۹۷۳ سے جولائی ۱۹۷۷ تک اس عہدے پر فائز رہے اور ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ کو اس دافانی سے کوچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات(References)

۱۔زاہد چوہدری۔پاکستان کی سیاسی تاریخ،بلوچستان مسلہ خود اختیاری،لاہور شرکت پرنٹنگ پریس،۱۹۹۴،ص،۳۹

۲۔سید قاسم محمود،اسلامی انسائیکلوپیڈیا۱۹۴۸ص۱۲۵۸

۳۔قیصرانی،ڈاکٹر محمد اشراف شاہین،بلوچستان تاریخ اور مذہب،کوئٹہ ادارہ تدریس،۱۹۹۶ص۱۴۵

۴۔نصیر،میر گل خان،تاریخ بلوچستان،قلات پبلیشرز،۱۹۹۳،ص ۴۳۰

۵۔ایضاً۔۔ ۳۰۴،بحوالہ سنڈیمن ص،۱۷۸

۶۔طاہر محمد خان بلوچستان قومی سیاست کا ارتقاء اور صوبائی خود مختاری،کوئٹہ،ادارہ نوکیں دور،۱۹۹۹ص ۵۳

۷۔زاہد چوہدری،پاکستان کی سیاسی تاریخ،بلوچستان مسلہ خود اختیاری،ص،۳۹

۸۔خان میر احمد یار،مختصر تاریخ قوم بلوچ وخوانین بلوچ،کراچی،ایوان بلوچ،۱۹۷۲ص۷۵ تا۷۷

۹۔نصیر،میر گل خان تاریخ بلوچستان،۵۰۰،۶

۱۰۔ایضاً۔۔۔۔۔۔ ۴۳۲:۲،بحوالہ قلات پاکستان کے ساتھ ہے،از میر احمد یار خان

۱۱۔ایضاً۔۔۔۔۔۔ ۴۳۲:۲

۱۲۔احمد زئی میر نصیر خان:تاریخ بلوچ وبلوچستان،کوئٹہ نوری نصیر خان مرکز اشاعت،۲۰۰۰،ص۷:۳۱۹

13.Hameed Baloch, Balochistan papers, Karachi, Syed Hashmi Reference Library , 2007,p82

۱۴۔نصیر،میر گل خان تاریخ بلوچستان ۴۵۲:۲،بحوالہ کیٹر کا خطاب دسمبر ۱۹۳۵

۱۵۔ایضاً۔۔۔۔۔۔ ۴۷۴:۲

۱۶۔بلوچ اختر علی خان:بلوچستان کی نامور شخصیات،کراچی رائل بک کمپنی،۱۹۹۴،۳۰:۱

۱۷۔نصیر میر گل خان تاریخ بلوچستان ۴۴۰:۲

۱۸۔ایضاً۔۔۔۔۔۔ ۲:۷ ۴۵

۱۹۔طاہر محمد خان،بلوچستان قومی سیاست کا ارتقا اور صوبائی خود مختاری ص ۴۷

۲۰۔بلوچ اختر علی خان:بلوچستان کی نامور شخصیات،ص،۴۷

21.M. Anwar Roman, Balochistan in Profile ,Quetta United Printers , 200p,10

۲۲۔بلوچ اختر علی خان:بلوچستان کی نامور شخصیات،ص،۱۱۴

۲۳۔شاہوانی،ڈاکٹر عبد الحمید،جامعہ نصیریہ مستونگ(غیر مطبوعہ ص،۴۔۱)

۲۴۔ مولانا محمد اشراف، مہتمم جامعہ اشرفیہ سبزل روڈ کوئٹہ، بالمشافہ انٹرویو، بتاریخ ۷ اکتوبر، ۲۰۰۳

۲۵۔ خان میر احمد، تاریخ خوانین بلوچ، کوئٹہ، اسلامیہ الیکٹرک پریس ۱۹۴۷، ص ۱۵۰ تا ۱۵۲

۲۶۔ عبد الغفار حاجی، کنزی، کوئٹہ، بلوچی اکیڈمی، ۱۹۹۹، ص ۱۷۸

۲۷۔ مری شاہ محمد ڈاکٹر، بلوچ قوم قدیم عہدے عصرے حاضر تک۔ لاہور، تخلیقات ۲۰۰۰ ص ۲۷۸

۲۸۔ یوسفزئی ملک فیض محمد یادداشتیں بلوچستان پروگریسو رائٹر ایسوی ایش ۱۹۹۷ ص ۵۷

۲۹۔ خان میر احمد یار، تاریخ خواتین بلوچ، حوالہ مذکورہ ص ۱۴۴

۳۰۔۔۔۔۔۔ ایضاً۔۔۔۔۔ ص، ۱۴۴

۳۱۔۔۔۔۔۔ ایضاً۔۔۔۔۔ ص، ۱۴۳

۳۲۔ یوسفزئی ملک فیض محمد، یادداشتیں ص ۵۷

۳۳۔ نصیر میر گل خان، تاریخ بلوچستان، ۲: ۴۵۴

۳۴۔ نصیر، میر گل خان، بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں۔ کوئٹہ انسا ٹریڈرز، ۱۹۸۲، ص، ۲۲۳

۳۵۔ نصیر میر گل خان، تاریخ بلوچستان،، ۴۵۴: ۲

۳۶۔ خان میر احمد یار، تاریخ خواتین بلوچ،، ص۔ ۱۴۷

۳۷۔ نصیر میر گل خان، تاریخ بلوچستان، ۲: ۴۳۸

۳۸۔ خان میر احمد یار، تاریخ خواتین بلوچ، ص ۱۴۶

۳۹۔۔۔۔۔۔۔ ایضاً ص ۱۴۷

۴۰۔ احمد زئی، میر نصیر خان، تاریخ بلوچ، بلوچستان، ۲۹۳: ۷

۴۱۔ خان، میر احمد یار، بلوچستان کے نام خان بلوچ کا پیغام کراچی ایوان بلوچ، ۱۹۷۴ ص، ۵۰

۴۲۔ بلوچ، اختر علی خان، بلوچستان کی نامور شخصیات، ۲۴۱: ۱

۴۳۔ احمد زئی میر نصیر خان، تاریخ بلوچ و بلوچستان، ۲۳۵: ۷

۴۴۔ خان، میر احمد یار، تاریخ خوانین بلوچ، ص ۱۴۲

۴۵۔ خان شیر محمد چشتی، ریٹائیرڈ سیکرٹری بلوچستان، بالمشافہ انٹرویو تاریخ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۳

۴۶۔ ارباب غلام حیدر (مستونگ والے تبلیغی بزرگ) بالمشافہ انٹرویو تاریخ ۱۲ جون ۲۰۰۳

۴۷۔ بلوچ اختر علی خان بلوچستان کی نامور شخصیات، ۱:۳۱

۴۸۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، بلوچستان میں اردو، اسلام آباد، متقدرہ قومی زبان ۱۹۸۶ص۔ ۱۳۴
۴۹۔ بلوچ، محمد سردار خان۔ بلوچ قوم کی تاریخ، کوئٹہ، نساٹریڈرز، ۱۹۸۰ص، ۳۲۰